ڈاکٹر جمیل جالبی۔ تنقیدی و تحقیقی اور تدوینی خدمات

پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف کمال

صدر شعبہ اردو: گورنمنٹ گریجویٹ کالج بھکر

جمیل جالبی ۱۲ جون ۱۹۲۹ء کو علی گڑھ میں پیدا ہوئے۔ ان کا نام محمد جمیل خاں تھا وہ جمیل جالبی کے نام سے ادبی دنیا میں جانے پہچانے جاتے ، تھے۔ ۱۹۴۳ میں سہارن پور سے میٹرک کیا تھا۔ ۱۹۴۷ میں بی اے میرٹھ کالج سے اور سندھ یونیورسٹی سے ایم اے رادو، ایم اے انگریزی، ایل ایل بی پی ایچ ڈی کی۔ اردو زبان وادب کے حوالے سے ڈاکٹر جمیل جالبی کی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ڈاکٹر جمیل جالبی ایک دانشور' ماہر محقق، غیر ، جانبدار نقاد، ادبی مورخ اور کامیاب ترجمہ نگار کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے مختلف جہتوں پہ کام کیا۔ تنقید نگاری، تحقیق و تدین ادبی تاریخ لغت نگاری، ترجمہ نگاری اور ادارت کے حوالے سے قابلِ قدر سرمایہ چھوڑا ہے۔ اپنے تحقیقی و تنقیدی کام پر انھیں نو سے زائد ایوارڈز ملے۔ سندھ یونیورسٹی نے ان کی ادبی و تحقیقی خدمات کے عوض انھیں ڈی لٹ کی ڈگری عطا کی۔ جمیل جالبی یکم ستمبر ۱۹۸۳ء سے ۱۳۱ اگست ۱۹۸۷ء تک کراچی یونیورسٹی وائس چانسلر بھی رہے۔ ان کی علمی اور تحقیقی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے ان کو ستارہ امتیاز اور ہلال پاکستان کے اعزازات سے بھی نوازا۔ ۱۸، اپریل ۲۰۱۹ء کو ان کا کراچی میں انتقال ہوا۔

ان کی کتابوں میں مثنوی کدم راؤ پدم راؤ، دیوان حسن شوقی، دیوان نصرتی، قدیم اردو کی لغت، تاریخ ادب اردو (چار جلدیں)، ارسطو سے ایلیٹ تک، ایلیٹ کے مضامین، میراجی، میر تقی میر، معاصر ادب، پاکستانی کلچر، شامل ہیں۔

ڈاکٹر جمیل جالبی مختلف رسائل کی ادارت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ "نیا دور" صمد شاہین اور ممتاز شیریں کی صدارت میں بنگلور سے ۱۹۴۶ء میں شائع ہوا تھا۔ یہ کتابی سائز میں ایک نئی طرز کا رسالہ تھا۔ آزادی کے بعد ۱۹۴۷ء میں صمد شاہین اور ممتاز شیریں کراچی آگئے تو انھوں نے کراچی سے اس کا اجراء کیا۔ اس کا جدید دور ۱۹۵۶ء میں شمیم احمد کی ادارت میں شروع ہوا۔ بعد میں اس رسالے کی نگہداشت ڈاکٹر جمیل جالبی کرتے رہے۔ وہ نیا دور، پیام مشرق اور ساقی سے بھی وابستہ رہے۔

کدم راؤ پدم راؤ کو انھوں نے ۱۹۷۳ء میں مرتب کیا۔ یہ ان کا ایک اہم کام تھا جس کی وجہ سے انھیں تحقیق کے میدان میں شہرت ملی۔ انھوں نے اس مثنوی کا لسانی تجزیہ بھی کیا ہے اور اس کی زبان پر خاصی تحقیق کی ہے۔ اور ایسا کرتے ہوئے انھوں نے کدم راؤ پدم راؤ میں استعمال کی جانے والی زبان پر دوسری زبانوں کے اثرات کا بھی جائزہ لیا۔

کدم راؤ پدم راؤ کے بارے میں بات کرتے ہوئے انھوں نے بتایا کہ اس کا ایک ہی معلوم نسخہ ہے اور وہ بھی ناقص ہے۔ (۱)

فخر الدین نظامی دکنی، احمد شاہ ولی البہمنی کے زمانہ سے تعلق رکھتے تھے ان کی زبان میں فارسی، سرائیکی اور پنجابی کے نقوش ملتے ہیں۔ ان کی زمثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" بہت مشہور ہوئی۔ اس مثنوی کو اردو زبان کی پہلی باقاعدہ تصنیف کہا جاسکتا ہے۔ (۲)

ڈاکٹر جمیل جالبی کے بقول اردو کی پیدائش میں پراکرت، سنسکرت اور شورسینی اپ بھرنش زبانوں کا ہاتھ ہے اور اس کے سرمایۂ لفظی میں عربی اور فارسی زبان نے اضافہ کیا۔ وہ لکھتے ہیں:

یعنی پانچ صدیوں کے بعد اس روایت میں تخلیقی سطح پر تبدیلیاں واقع ہوئیں تو نئے ذہنوں نے نئے راستے تلاش کیے۔

اردو زبان کی پیدائش اور ارتقا کے حوالے سے مندرجہ بالا نظریات تاریخی لسانیات کا حصہ ہیں اور مختلف قیاسات پر مبنی ہیں۔ اردو زبان چونکہ پورے برصغیر میں کسی نہ کسی صورت میں بولی جاتی ہے اس لیے اس کا کسی نہ کسی حد تک تعلق برصغیر میں بولے جانے والی بیشتر زبانوں سے بنتا ہے اسی لیے اس ضمن میں مزید لسانی تحقیق کے لیے دروازے کھلے ہیں۔(۳)

دوسری مثنوی ''میزبانی نامہ عادل شاہ'' ہے اس مثنوی میں اس دور کے رسم ورواج، عادات واطوار، ادب وآداب، اشیائے استعمال، ظروف وآرائش کی چیزیں، ناچ رنگ، رقص وسرور، شادی کی تقریبات، شوخی وشرارت، برات، جہیز اور آج سے صدیوں پہلے کی معاشرت اور تہذیب وتمدن کے نقوش ملتے ہیں۔(۴)

قاضی محمود بحری (متوفی ۱۷۱۷ء) کے بارے میں لکھتے ہیں: اردو دیوان کے علاوہ مثنوی ''من لگن'' (۱۷۰۰ء) اور ''بنگاب نامہ'' ان کی یادگار ہے۔ ان دونوں مثنویوں کا موضوع تصوف ہے۔ بحری کی غزلوں میں ایک گہرا تاثر موجود ہے۔ ان کے تصور عشق میں حقیقی اور مجازی عشق کا حسین امتزاج ملتا ہے۔(۵)

بقول وحید قریشی ان کی تحقیق پر دکنی اور حافظ محمود شیرانی کے اثرات نظر آتے ہیں۔(۶)

انھوں نے ترتیب وتدوین کا کام بڑی جانفشانی سے انجام دیا۔ قدیم اردو لغت کے پیش لفظ میں وہ لکھتے ہیں:

ڈاکٹر جمیل جالبی نے ''تاریخ ادب اردو'' ۴ جلدوں میں مرتب کی۔ پہلی جلد ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئی۔

اردو زبان کی تاریخ میں انھوں نے نہ صرف ادبی تاریخ مرتب کی بلکہ زبان کی تاریخ پر بھی تفصیل سے بات کی۔

تحقیق ہر معاشرے کی ضرورت ہے۔ تحقیق افراد کو مسائل کی تشخیص میں نہ صرف مدد کرتی ہے بلکہ چارہ سازی بھی کا فریضہ بھی سرانجام دیتی ہے۔ تحقیق ہم کو ہمارے ماضی سے جوڑتی ہے، اور ماضی جو کچھ بھی ہوا اس کی حقیقت کے ادراک میں مدد دیتی ہے۔ بقول ڈاکٹر جمیل جالبی: اردو مختلف بولیوں اور زبانوں کے امتزاج اور اختلاط کا نتیجہ ہے۔ اس میں جتنا بھی ذخیرہ الفاظ ہے اور اس کے جو قواعد ہیں وہ سب دوسری زبانوں سے مستعار لیے گئے ہیں۔ اس کے باوجود یہ ایک آزاد اور خودمختار زبان کی حیثیت کی حامل ہے۔ مختلف سیاسی، سماجی اور تہذیبی عوامل نے اس زبان کو متاثر کیا اور اس کی پرداخت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ اردو زبان وادب کا پنجاب کی سرزمین سے قریبی تعلق رہا ہے۔ وہ زبان جو مختلف ادوار میں دہلی سے دکن، گجرات۔ مالوہ اور دوسرے صوبوں میں پہنچی اس پر پنجاب کا اثر سب سے گہرا ہے۔ جب ہم قدیم گجری اور دکنی ادب کے نمونوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان پر پنجابی کے گہرے نقوش نظر آتے ہیں۔''(۹)

ڈاکٹر جمیل جالبی نے اپنی تنقید میں فن پارے کو زمانی اور سماجی حوالے سے دیکھنے کی کوشش کی۔ انھوں نے ادب کی تفہیم کے لیے تہذیب وثقافت کو سمجھنے پر زور دیا۔

ڈاکٹر جمیل جالبی تہذیب اور ثقافت کو اکٹھا کر کے لفظ کلچر سے تعبیر کرتے ہیں۔(۱۰)

انھوں نے تحقیق وتدوین اور ادبی تاریخ مرتب کرنے کے ساتھ ساتھ شعر وادب پر بھی تنقیدی قلم اٹھایا۔

آزاد نظم کی طرح تجریدی افسانے نے بھی فارم کی قیود سے بغاوت کی ہے۔ جس طرح آزاد نظم میں شعریت قوافی سے نہیں بلکہ انفرادی مصرعوں سے پیدا کی جاتی ہے اسی تجریدی افسانہ میں اسلوب سے شعریت پیدا کی جاتی ہے۔ یہ ہر تجریدی افسانہ نگار کی خصوصیت تو نہیں۔ لیکن بعض افسانہ نگاروں نے اس پر زور دیا ہے۔ بقول ڈاکٹر جمیل جالبی: انھوں نے ن م راشد کی شعری جہات کو بھی جانچنے کا کام کیا ہے۔ ان کے خیال میں ن م راشد کی حیثیت ایک ایسے شاعر کی ہے جس نے نہ صرف اپنے دور کی روح کی سچی ترجمانی کی ہے بلکہ نئی نسل میں نیا شعور پیدا کر کے، تخلیقی سطح پر نئے رویوں کو متعین کرنے کا کام بھی کیا ہے۔ آزاد نظم کو عام کرنے میں ان کا نام سر فہرست آتا ہے۔ ن م راشد نے روایت سے انحراف کیا ہے لیکن ساتھ ساتھ انحراف کو روایت سے ملایا بھی ہے۔ (۱۲)

ڈاکٹر جمیل جالبی کے نزدیک تنقید کا بنیادی کام یہ ہے کہ وہ اپنے دور کے لیے نظام خیال کی تشکیلِ نو کا فریضہ انجام دے۔ (۱۳)

وہ سنجیدگی اور متانت سے تنقید کرتے ہیں۔ وہ کم لفظوں میں زیادہ بات کرنے کے فن سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں۔ تنقید کے حوالے سے ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

حسن شوقی اپنے دور کے مشہور غزل گو شعراء میں شامل تھے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے ان کی غزلوں کا دیوان مرتب کیا ہے۔ انھیں مثنوی ''فتح نامہ نظام شاہ'' سے بہت شہرت ملی۔

جمیل جالبی نے میراجی کی نظموں کا جس انداز میں تجزیہ کیا ہے وہ اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے۔

خلیل علی خان اشک چار معروف کتابوں کے مصنف ہیں۔ اس نے داستان امیر حمزہ (۱۸۰۱ء) لکھی ایک روایت کے مطابق یہ داستان بیربل نے اکبر کو سنائی جسے اس دور کے امیر خسرو نامی ایک شخص نے تصنیف کیا۔ طلسم ہوشربا داستان امیر حمزہ کی ایک ضمنی داستان ہے جو کئی ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس کی کل تعداد ۱۰ جلدیں ہیں۔ (۱۶)

ڈاکٹر جمیل جالبی کا فن تحریر اختصار سے عبارت ہے۔ وہ تحقیق کے خارزار سے گلاب چن لاتے ہیں زندگی کے عام معاملات ہوں یا تحقیق تنقید وادارت کے بحرِ بے کراں، تاریخ ادب اردو کا وسیع میدان ہو یا مثنوی کدم راؤ پدم راؤ (۱۴۳۵-۱۴۲۱ء) کی تالیف کی سنگلاخ چٹانیں ڈاکٹر، صاحب ایک بہادر جرنیل کی طرح پوری استقامت سے پیش قدمی کرتے ہیں۔ (۱۷)

ڈاکٹر جمیل جالبی بیک وقت نامور محقق، ادبی مورخ، ماہر لسانیات ولغت نویس اور ماہر دکنیات ہیں۔ وہ واقعات کی کڑیاں جوڑنا اور تحقیق کرنا جانتے ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کے فن تحقیق کے حوالے سے گوہر نوشاہی لکھتے ہیں:

ڈاکٹر جمیل جالبی کا اپنا انداز تحقیقی ہے وہ تحقیقی نتائج کو اخذ کرنے میں بڑی محنت سے کام لیتے ہیں تساہل نہیں برتتے۔ ان کے تحقیقی اسلوب اور انداز کے بارے میں ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

ڈاکٹر جمیل جالبی ایک مانے ہوئے اور منجھے ہوئے تحقیق نگار ہیں۔ ان کے خیال میں تحقیق و تنقید میں براہ راست مطالعے اور تصدیق کی بڑی اور اساسی اہمیت ہے۔ (۲۰)

انھوں نے اپنے تحقیقی سفر کا آغاز درج ذیل تین موضوعات سے کیا:

۱. نئے مواد کی دریافت
۲. دریافت شدہ متن کی تصحیح اور جانچ پرکھ

۳. مصنف کی شخصیت کا تعین یعنی سوانحی تفصیلات کی فراہمی(۲۱)

ڈاکٹر جمیل جالبی نے کسی ایک صنف اور جہت تک خود کو محدود کرنے کے بجائے تحریر کے متنوع میدانوں طبع آزمائی کی ہے۔ اگر ادبی مؤرخ کے طور پر انھیں دیکھیں تو بھی وہ کامیاب وکامران نظر آتے ہیں اور اگر محقق ومدون یا بطور تنقید نگار ان کا جائزہ لیا جائے تو اس میدان میں بھی انھوں نے نام پیدا کیا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے اردو زبان وادب کو کئی حوالوں سے وسعت دی ہے۔

حوالہ جات

۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر (مرتب)، مثنوی نظامی المعروف کدم راؤ پدم راؤ، کراچی، انجمن ترقی اردو، پاکستان، ۱۹۷۳ء، ص ۱۱۰

۔ ایضاً، ص ۲۳۰

۔ ایضاً، ص ۳۳۷

۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر (مرتب)، دیوان حسن شوقی، کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۱ء، ص ۲۷۔ ۴۱۵۲

۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو جلد اول، ص ۵۵۲۲

۔ گوہر نوشاہی (مرتب) ڈاکٹر جمیل جالبی۔ ایک مطالعہ، لاہور، ادارہ فروغ اردو ۱۹۹۳ء، ص ۶۲۶۳

۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر، قدیم اردو لغت، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۳ء، ص ۷۷

۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، تحقیق، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۴ء، ص ۸۱۱

۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو جلد اول (قدیم دور)، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۷۵ء ص ۹۲۲

۔ جمیل جالبی ڈاکٹر، پاکستانی کلچر، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، طبع ہفتم، ۲۰۰۸ء، ص ۱۰۴۲

۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر، نئی تنقید، مرتبہ خاور جمیل، کراچی، رائل کمپنی، ۱۹۸۵ء، ص ۱۱۱۰۵

۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر، پیش لفظ، ن م راشد ایک مطالعہ مرتبہ جمیل جالبی، کراچی، مکتبہ اسلوب، ص ۱۲۶

۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر، پیش لفظ، ارسطو سے ایلیٹ تک، کراچی، نیشنل بک فاؤنڈیشن، طبع چہارم، ۱۹۸۸ء ۱۳

۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر، نئی تنقید، رائل بک کمپنی، ۱۹۸۵ء، ص ۱۴۱۵

۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر (مرتب)، میراجی کا سُر گیان مشمولہ میراجی ایک مطالعہ، لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز ۱۹۹۰ء، ص ۱۵۳۹۰

۔ طلسم ہوشربا کے بارے میں بنیادی باتیں مشمولہ نئی تنقید، جمیل جالبی، کراچی، رائل کمپنی، ۱۹۸۵ء، ص ۱۶۱۱۹

۔ نسیم فاطمہ (مرتبہ) ڈاکٹر جمیل جالبی۔ سوانحی کتابیات، لاہور، یونیورسل بکس، ۱۹۸۸ء ص ۱۰، ۱۷۹

۔ گوہر نوشاہی،ڈاکٹر، ڈاکٹر جمیل جالبی ایک مطالعہ، ادارہ فروغ اردو لاہور ۱۹۹۳ء، ص ۱۸۲۳۴

۔ انور سدید،ڈاکٹر، آزادی کے بعد پاکستان میں اردو تنقید کے عناصر اربعہ، اوراق لاہور جنوری فروری ۱۹۹۸ء، ص ۱۹۲۰

۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر، تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر لکھنے کے اصول، نقوش لاہور، ستمبر ۱۹۸۲ء، ص ۲۰۱۶۸

۔ گوہر نوشاہی،ڈاکٹر، ڈاکٹر جمیل جالبی ایک مطالعہ، ادارہ فروغ اردو لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۲۱۲۳۴

۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر (مرتب)، کلام افسر، افکار کراچی، اکتوبر، ۱۹۷۸ء ص ۲۲۳۰